ترتیل سے تلاوت: مفہوم اور حکمت

وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ (المزمل ۷۳:۴)
اور قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھو۔

[جب حضورؐ کو یہ حکم دیا گیا کہ] آدھی رات تک تہجد میں مشغول رہا کر، یا کچھ بڑھا گھٹا دیا کر، اور قرآن شریف کو آہستہ آہستہ ٹھیر ٹھیر کر، پڑھا کر تاکہ خوب سمجھتا جائے، اس حکم کے بھی حضورؐ عامل تھے۔ حضرت صدیقہؓ کا بیان ہے کہ آپ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے جس سے بڑی دیر میں سورت ختم ہوتی تھی۔ گویا چھوٹی سی سورت بڑی سے بڑی ہو جاتی تھی، صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کا وصف پوچھا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں: خوب مد کر کے حضورؐ پڑھا کرتے تھے۔ پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر سنائی جس میں لفظ اللہ پر، لفظ رحمٰن پر، لفظ رحیم پر مد کیا۔ ابن جریج میں ہے کہ ہر ہر آیت پر آپ پورا وقف فرمایا کرتے تھے جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر وقف کرتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھ کر وقف کرتے، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر وقف کرتے، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھ کر ٹھیرتے۔ یہ حدیث مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ قرآن کے قاری سے قیامت والے دن کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور ترتیل سے پڑھ، جیسے دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتا تھا۔ تیرا درجہ وہ ہے جہاں تیری آخری آیت ختم ہو۔ یہ حدیث ابوداؤد و ترمذی اور نسائی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔

[بہت سی] احادیث ہیں جو ترتیل کے مستحب ہونے اور اچھی آواز سے قرآن پڑھنے پر

دلالت کرتی ہیں، جیسے وہ حدیث جس میں ہے قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو، اور ہم میں سے وہ نہیں جو خوش آوازی سے قرآن نہ پڑھے، اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی نسبت حضوؐر کا یہ فرمانا کہ اسے آلِ داوٗد کی خوش آوازی عطا کی گئی ہے اور حضرت ابوموسیٰؓ کا فرمانا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپؐ سن رہے ہیں تو میں اور اچھے گلے سے زیادہ عمدگی کے ساتھ پڑھتا، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان کہ ریت کی طرح قرآن کو نہ پھیلاؤ اور شعروں کی طرح قرآن کو بے تہذیبی سے نہ پڑھو، اس کے عجائب پر غور کرو اور دلوں میں اثر لیتے جاؤ اور اس کے پیچھے نہ پڑ جاؤ کہ جلد سورت ختم ہو۔ (بغوی)۔ ایک شخص آ کر حضرت ابن مسعودؓ سے کہتا ہے: میں نے مفصل کی تمام سورتیں آج کی رات ایک ہی رکعت میں پڑھ ڈالیں۔ آپ نے فرمایا: پھر تو تو نے شعروں کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہوگا، مجھے وہ برابر برابر کی سورتیں خوب یاد ہیں جنھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھا کرتے تھے۔ پھر مفصل کی سورتوں میں سے ۲۰ سورتوں کے نام لیے کہ ان میں سے دو دو سورتیں حضوؐر ایک ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، عمادالدین ابوالفدا ابن کثیر، ص ۳۸۴-۳۸۵)

ترتیلِ قرآن کا مطلب

● ترتیل کے لفظی معنی کلمے کو سہولت اور استقامت کے ساتھ منہ سے نکالنے کے ہیں (مفردات امام راغب)۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن میں جلدی نہ کریں، بلکہ ترتیل و تسہیل کے ساتھ ادا کریں اور ساتھ ہی اس کے معانی میں تدبر و غور کریں (قرطبی)۔ ورتّل کا عطف قم الّیل پر ہے اور اس میں اس کا بیان ہے کہ رات کے قیام میں کیا کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نمازِ تہجد اگرچہ قراءت و تسبیح، رکوع و سجود سبھی اجزاے نماز پر مشتمل ہے مگر اس میں اصل مقصود قراءتِ قرآنی ہے۔ اسی لیے احادیثِ صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز بہت طویل ادا فرماتے تھے۔ یہی عادت صحابہ و تابعین میں معروف رہی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کا صرف پڑھنا مطلوب نہیں، بلکہ ترتیل مطلوب ہے جس میں ہر ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا ہو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ترتیل فرماتے تھے۔ حضرت اُم سلمہؓ سے بعض لوگوں نے رات کی نماز میں آپ کی تلاوتِ قرآن کی

کیفیت دریافت کی تو انھوں نے نقل کر کے بتلایا جس میں ایک ایک حرف واضح تھا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، از مظہری)

ترتیل میں تحسینِ صوت، یعنی بقدر اختیار خوش آوازی سے پڑھنا بھی شامل ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی قراءت و تلاوت کو ایسا نہیں سنتا جیسا اُس نبی کی تلاوت کو سنتا ہے جو خوش آوازی کے ساتھ جہراً تلاوت کرے۔ (مظہری)

..... اور اصل ترتیل وہی ہے کہ حروف و الفاظ کی ادایگی بھی صحیح اور صاف ہو، اور پڑھنے والا اس کے معانی پر غور کر کے اُس سے متاثر بھی ہو رہا ہو، جیسا کہ حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص پر ہوا، جو قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ آپؐ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنا ہے: وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا بس یہی ترتیل ہے (جو یہ شخص کر رہا ہے) (القرطبی)۔ (معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ج ۸، ص ۵۹۰-۵۹۱)

- رَتَل کسی چیز کی خوبی، آرایش اور بھلائی کو کہتے ہیں اور رَتّل کے معنی سہولت اور حسنِ تناسب کے ساتھ کسی کلمے کو ادا کرنا ہے، نیز اس کا معنی خوش آوازی سے پڑھنا، یا پڑھنے میں خوش الحانی اور حسنِ ادایگی میں حروف کا لحاظ رکھنا، اور ہر لفظ کو ٹھیر ٹھیر کر اور الگ الگ کر کے پڑھنا ہے۔ اور اس طرح پڑھنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر لفظ کی ادایگی کے ساتھ ساتھ انسان اس کے معانی پر غور کر سکتا ہے اور یہ معانی ساتھ کے ساتھ دل میں اُترتے چلے جاتے ہیں۔ (تیسیر القرآن، مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، ج ۴، ص ۵۳۹)

- علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ترتیل کا معنی ہے: بڑی خوب صورتی سے منظم اور مرتب ہونا۔ وہ منہ جس کے دانت خوب صورت اور جڑے ہوئے ہوتے ہیں، اسے ثغر رتل کہتے ہیں، یعنی کوئی دانت اُونچا نیچا نہیں، کوئی جگہ خالی نہیں، کوئی دانت ٹوٹا ہوا نہیں۔ اسی مناسبت سے ترتیلِ قرآن کا معنی ہوگا کہ اس کو آہستہ آہستہ، سوچ سمجھ کر پڑھا جائے اور اس کی تلاوت میں تیزی نہ کی جائے۔ اس آیت کی جامع اور دل نشین تفسیر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔

آپ سے اس آیت کا مفہوم پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا..... اس آیت کا معنی ہمارے نبی کریمؐ نے ہمیں بتایا کہ جس طرح تم جلدی جلدی ردی کھجوریں بکھیرتے چلے جاتے ہو، اور بال کاٹتے چلے جاتے ہو، ایسا نہ کرو۔ جب کوئی نادر نکتہ آئے تو ٹھیر جاؤ، اپنے دل کو اس کی اثرانگیزی سے متحرک کرو۔ تمھیں اس سورت کو جلدی جلدی ختم کرنے کی فکر نہ ہو۔ (ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ ازہری، ج ۵، ص ۴۰۲)

● ترتیل کی تفسیر میں معصومینؑ سے بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں جن میں سے ہر ایک اس کے وسیع الابعاد وجہات میں سے کسی ایک جہت کی طرف اشارہ کرتی ہے.....

حضرت امام صادق سے 'ترتیل' کی تفسیر میں یہ آیا ہے: جس وقت تم کسی ایسی آیت سے گزرو جس میں جنت کا ذکر ہو تو رُک کر خدا سے جنت کا سوال کرو (اور اس کے لیے اپنی اصلاح کرو)، اور جب تم کسی ایسی آیت سے گزرو جس میں جہنّم کا ذکر ہو، تو خدا سے اس سے پناہ مانگو (اور خود کو اس سے دُور رکھو)۔

.....ایک اور حدیث میں انھی حضرت سے اس طرح نقل ہوا ہے: قرآن کو جلدی جلدی، سرعت اور تیزی کے ساتھ نہیں پڑھنا چاہیے۔ جس وقت تم کسی ایسی آیت سے گزرو جس میں جہنّم کا ذکر ہو، تو وہاں رک جاؤ اور خدا سے جہنّم کی آگ سے پناہ مانگو.....

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ زمانے میں بہت سے مسلمان اس واقعیت سے بہت دُور ہو گئے ہیں، اور انھوں نے قرآن کے صرف الفاظ پر اکتفا کر لیا ہے، اور ان کا مقصد صرف سورت اور قرآن کو ختم کرنا ہوتا ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ یہ جانیں کہ یہ آیات کس مقصد کے لیے نازل ہوئی ہیں؟ اور کس پیام کی تبلیغ کر رہی ہیں؟ یہ ٹھیک ہے کہ یہ قرآن کے الفاظ بھی محترم ہیں، اور ان کو پڑھنا بھی فضیلت رکھتا ہے لیکن اس بات کو نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ الفاظ اور تلاوت ان کے مطالب و مضامین کو بیان کرنے کا مقدمہ اور تمہید ہے۔ (تفسیر نمونہ، ج ۲۵، ص ۱۵۱-۱۵۲)

● [گویا یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ] تیز تیز رواں دواں نہ پڑھو، بلکہ آہستہ آہستہ ایک ایک لفظ زبان سے ادا کرو اور ایک ایک آیت پر ٹھیرو، تاکہ ذہن پوری طرح کلامِ الٰہی کے مفہوم و مدعا کو سمجھے اور اس کے مضامین سے متاثر ہو۔ کہیں اللہ کی ذات و صفات کا ذکر ہے تو اس کی عظمت و ہیبت دل پر طاری ہو۔ کہیں اس کی رحمت کا بیان ہے تو دل جذباتِ تشکر سے لبریز ہو جائے۔ کہیں اس کے غضب

اور اس کے عذاب کا ذکر ہے تو دل پر اس کا خوف طاری ہو۔ کہیں کسی چیز کا حکم ہے یا کسی چیز سے منع کیا گیا ہے تو سمجھا جائے کہ کس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور کس چیز سے منع کیا گیا ہے۔ غرض یہ قراءت محض قرآن کے الفاظ کو زبان سے ادا کر دینے کے لیے نہیں، بلکہ غور و فکر اور تدبر کے ساتھ ہونی چاہیے.....

حضرت حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رات کی نماز میں حضوؐر کے ساتھ کھڑا ہو گیا تو آپ کی قراءت کا یہ انداز دیکھا کہ جہاں تسبیح کا موقع آتا، وہاں تسبیح فرماتے، جہاں دُعا کا موقع آتا، وہاں دعا مانگتے، جہاں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا موقع آتا، وہاں پناہ مانگتے (مسلم، نسائی)۔ حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات کی نماز میں جب حضوؐر اِس مقام پر پہنچے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (اگر تو انھیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو غالب اور دانا ہے) تو اسی کو دُہراتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی (مسنداحمد، بخاری)۔ (تفہیم القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودی، ج ۶، ص ۱۲۶-۱۲۷)

● [یہاں] قرآن کے پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا [ہے] کہ نماز میں اس کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھو۔ چنانچہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضوؐر قرآن لحن اور لَے سے پڑھتے، آیت آیت پر وقف کرتے، کبھی کبھی ایک ہی آیت شدتِ تاثر میں بار بار دہراتے۔ علاوہ ازیں کوئی آیت قہر و غضب کی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے پناہ مانگتے اور جو آیت رحمت کی ہوتی، اس پر ادائے شکر فرماتے۔ بعض آیتیں جن میں سجدے کا حکم یا اشارہ ہے، ان کی تلاوت کے وقت، فوری امتثالِ امر کے طور پر آپ سجدے میں بھی گر جاتے۔

تلاوتِ قرآن کا یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق بھی ہے اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور و منقول بھی ہے۔ قرآن کے مقصدِ نزول کے پہلو سے بھی یہی طریقہ نافع ہوسکتا ہے لیکن مسلمانوں میں یہ طریقہ صرف اس وقت تک باقی رہا جب تک وہ قرآن کو فکر و تدبر کی چیز اور زندگی کی رہنما کتاب سمجھتے رہے۔ بعد میں جب قرآن صرف حصولِ ثواب اور ایصالِ ثواب کی چیز بن کے رہ گیا تو یہ اس طرح پڑھا جانے لگا جس کا مظاہرہ ہمارے حفاظ کرام تراویح اور شبینوں میں کرتے ہیں۔

(تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، ج ۸، ص ۲۳-۲۴)

ترتیل کی حکمت

یہ [دراصل] ایک عظیم مہم کے لیے من جانب اللہ تربیت تھی اور اس تربیت میں ایسے ذرائع استعمال کیے گئے جن کی کامیابی کی ضمانت من جانب اللہ دی گئی تھی۔ قیام اللیل، جس کی زیادہ سے زیادہ حد نصف رات یا دو تہائی سے کم یا ایک تہائی ہے، اس میں صرف ترتیل قرآن اور نماز ہوتی ہے۔ ترتیل قرآن کا مطلب ہے قرآن کو تجوید کے ساتھ قرآن کے اصولوں کے مطابق پڑھنا، جلدی جلدی بھی نہ ہو اور محض گانے بجانے کا انداز بھی نہ ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایات وارد ہیں کہ آپؐ نے قیام اللیل کے دوران گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھا تھا لیکن ان گیارہ رکعات میں رات کے دو تہائی حصے سے قدرے کم وقت گزارتے تھے اور آپؐ قرآن مجید کو خوب رُک رُک کر تجوید کے ساتھ پڑھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تربیت اس لیے کی جارہی تھی کہ ایک بھاری ذمہ داری آپؐ کے سپرد کی جانے والی تھی..... راتوں کو جاگنا، جب کہ لوگ سو رہے ہیں، اور روزمرہ کی زندگی کی کدورتوں سے دُور ہونا، اور دنیاوی جھمیلوں سے ہاتھ جھاڑ کر اللہ کا ہو جانا، اور اللہ کی روشنی اور اللہ کے فیوض وصول کرنا، اور وحدت مطلقہ سے مانوس ہونا، اور اس کے لیے خالص ہوجانا، اور رات کے سکون اور ٹھیراؤ کے ماحول میں ترتیل قرآن، ایسی ترتیل کہ گویا یہ قرآن ابھی نازل ہو رہا ہے اور یہ پوری کائنات اس قرآن کے ساتھ رواں دواں ہے۔ انسانی الفاظ اور عبارات کے سوا ہی یہ پوری کائنات قرآن کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ قیام اللیل میں انسان قرآن کے نور کی شعاعیں، اس کے اشارات، نہایت پُرسکون ماحول میں حاصل کرتا ہے اور یہ سب اس دشوار گزار راستے کا ساز و سامان ہے۔ کیونکہ اس کٹھن راستے کی مشکلات رسولؐ اللہ کے انتظار میں تھیں اور یہ ہر اس شخص کا انتظار کرتی ہیں، جو بھی اس دعوت کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ جو شخص بھی جس دور میں دعوتِ اسلامی کا کام کرتا ہے، شیطانی وساوس اور اس راہ کے تاریک ترین لمحات میں یہی زادِ راہ کسی داعی کے کام آتا ہے اور اس سے اس کی راہ روشن ہوتی ہے (فی ظلال القرآن، سید قطب شہیدؒ، ترجمہ: معروف شاہ شیرازی، ج ۶، ص ۶۷۶-۶۷۷)۔ (انتخاب و ترتیب: امجد عباسی)